UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

اسلام اور مختلف مذاہب میں عدلِ اجتماعی کے تصوّرات کا تقابلی جائزہ

A Comparative Review Concerning the Concepts of Social Justice in Islam and other Religions

Wajid Mehmood
Ph.D Scholar, Department of Islamic Study,
Mohi Ud Din Islamic University (MIU) Azad Kashmir
Email: wajidmahmood95@gmail.com

Dr Baqar Khakwani
Professor & HOD, Department of Islamic Study,
Mohi Ud Din Islamic University (MIU) Azad Kashmir
Email:
DOI: 10.33195/journal.v4i01.248

Abstract:
This paper intends to understand the fundamental concepts of social justice in major world religions and thought and their harshness or tenderness as well as steadiness and balance. Some literal and technical discussions regarding justice are the part of paper to know fundamental concepts. Employing comparative method, we came to know the mutual relation of different thought and religion in this regard how they are different and same or otherwise. This study concluded that Islamic concept of social justice is exactly close to the human nature. It is neither based on harshness nor too much loose to allow sin and crime spreading disorder in social life. Other than Islam, religions have the parameters of social justice based upon severity excessively or totally lenient that may cause to break social rhythm. Hence, saturating the needs of social justice humanity have to incline towards Islamic values and norm concerning subject matter and solving this dilemma in current situation around the globe. Islamic concept of social justice incorporates multiple dimensions providing guidance and instructions from basic to intellectual level, form individual to society and international community.
Keywords: *Social Justice, Islam, Judaism, Christianity, Hinduism, Comparison*

دین اسلام نے جن اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی امور پر زور دیا ہے ان میں سے ایک عدل بھی ہے۔ عدل سب سے پہلے تو اللہ تعالی کی صفت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی احکام الٰہی کے نفاذ کے ساتھ ساتھ نظام

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

عدل قائم کرکے دنیا کو امن وسکون کا گہوارا بنانا تھا۔ اگر تاریخ عالم کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ جس قوم میں عدل و انصاف نہ ہو وہ رحمت خداوندی سے محروم رہے گی اور دنیا و آخرت میں ذلت ورسوائی اس کا مقدر رہے۔ اسی لئے تمام مفکرین اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ دنیا کا معاشرتی نظام چلانے، انسانوں کو مہذب بنانے، امن وامان برقرار رکھنے، ایک کامیاب معاشرہ تشکیل دینے اور متوازن و معتدل زندگی گزارنے کے لیے عدل وانصاف کا قیام انتہائی ناگزیر ہے۔ عدل کو آفاقی درجہ حاصل ہے۔ دنیا کا خواہ مسلم معاشرہ ہو یا غیر مسلم معاشرہ، عدل کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عدل کی تلقین تقریباً تمام مذاہب عالم میں کی گئی ہے۔ عدل چاہے انفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی سطح پر، ہر سطح پر اپنی مستقل حیثیت رکھتا ہے۔

عدل اجتماعی کی اصطلاح ایک جدید اصطلاح ہے بلکہ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک جدید سیاسی اصطلاح ہے۔ عدل اجتماعی کے متعلق اسلام کا تصور کیا ہے اس کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے دیگر مذاہب عالم اور مغربی تصور عدل کو سمجھا جائے کہ ان کے نزدیک عدل اجتماعی کا تصور کیا ہے؟ جب ہم مغربی مفکرین کے تصورات کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک دیگر تصورات توحید، رسالت، آخرت، مساواتِ انسانی اور تکریمِ انسانیت کی طرح عدل اجتماعی کا تصور بھی مبہم اور غیر واضح ہے۔ کیونکہ مختلف مغربی مفکرین کے ہاں مختلف تصورات پائے جاتے ہیں۔ بعض مفکرین عدل اجتماعی کو صرف معیشت تک محدود رکھتے ہیں اور ان کے نزدیک اس سے مراد ہے دولت یا آمدنی میں تمام شہریوں کو برابر حصہ دینا۔ بعض مفکرین کے نزدیک چونکہ انسان پیدائشی لحاظ سے برابر ہیں ان کے ساتھ برابری کا سلوک کرنا ہی عدل اجتماعی ہے۔ مغربی مفکرین کا ایک گروہ یہ بھی کہتا ہے کہ تمام شہریوں کو زندگی کے یکساں مواقع فراہم کرنا ہی عدل اجتماعی ہے۔

مغربی فلسفہ کے برعکس اسلامی نظام فکر میں عدل اجتماعی کے تصور کو ہم زندگی کے کسی ایک پہلو یا شعبہ تک محدود یا مقید نہیں کر سکتے۔ یہ اصطلاح اپنے اندر سماجی و معاشی انصاف، معاشرتی و سیاسی برابری اور مذہبی آزادی و رواداری کا وسیع معنی و مفہوم سموئے ہوئے ہے۔

عدل کی لغوی تعریفات:

لغت کی کتابوں میں لغویین نے عدل کے بے شمار معانی بیان کیے ہیں۔ اہل لغت کے نزدیک عدل مصدر ہے اور اس کا مادہ ع، د، ل ہے ۔ اس مادے میں مساوات، برابری اور انصاف کا مفہوم پایا جاتا ہے، اُردو زبان میں 'عدل' کو بطور اسم ذات بھی استعمال کیا جاتا ہے اور بطور اسم صفت بھی، اس صورت میں اس کے معنی ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔ ''اسم ذات کے طور پر عدل کے معنی 'انصاف' یا 'دادرسی' کے ہیں اور اسم صفت کے طور پر اس

کے معنی مستقیم، منصفانہ اور متوازن کے آتے ہیں۔"[1] عَدَل (بالفتح) کے معنی قیمت، فدیہ، مرد صالح اور حق وانصاف کے ہیں۔ لیکن اگر عدل بالکسرہ ہو تو اخفش کے مطابق اس کے معنی 'المثل' کے ہیں۔ اہل لغت نے اگرچہ العَدل اور العِدل کے معنی الگ الگ لیے ہیں، لیکن اس سلسلے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ دونوں الفاظ قریب المعنی ہیں۔ عَدل معنوی چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور عدل ان چیزوں کے لیے بولا جاتا ہے جن کا اِدراک حواسِ ظاہری سے ہوتا ہے۔[2]

لفظ عدل کے عام طور پر درج ذیل لغوی معنی مراد لیے جاتے ہیں جیسا کہ: سیدھا کرنا، برابر کرنا اور افراط و تفریط کے درمیان توازن قائم رکھنا۔ لسان العرب میں ابن منظور نے یہی معنی مراد لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"عدل انه مستقیم وھوضدالجور،والعدل من أسماء الله سبحانه ھوالذی لا یمیل به الھویٰ،والعدل:الحکم بالحق"[3]

عدل کے معنی ہیں "سیدھا" اور یہ جور کی ضد ہے، عدل لفظ، اللہ کے ناموں میں سے ہے، یعنی وہ جو خواہشات کی طرف مائل نہیں ہوتا، عدل: حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کو کہتے ہیں۔

امام جرجانی نے عدل کی تعریف اس سے ذرا مختلف کی ہے ان کے مطابق عدل یہ ہے کہ: العدل:الامرمتوسط بین الافراط والتفریط-[4] عدل افراط و تفریط کے درمیان متوسط کام کو کہتے ہیں۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں عدل کی جو تعریف بیان کی ہے وہ بھی اسی مفہوم کو واضح کرتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ: "العدل فھوعبارۃعن الأمرالمتوسط بین طرفی الافراط والتفریط،وذالک أمر واجب الرعایة فی جمیع الاشیاء"[5] عدل افراط و تفریق کو چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرنے سے عبارت ہے اور اس کی رعایت کرنا تمام معاملات میں ضروری ہے۔

امام جرجانی اور امام رازی علیہما الرحمۃ کی تعریفات کے مطابق عدل افراط و تفریط کو چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرنے سے عبارت ہے۔

جبکہ اردو زبان کی مشہور لغت فیروز اللغات میں عدل کا معنٰی برابری، مساوات، انصاف نصیر اور مانند ہے۔[6]

ابن العربی کے نزدیک لفظ عدل کے حقیقی معنی تو برابری کے ہیں مگر مختلف جہتوں سے اس کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام قرطبیؒ نے بھی ابن العربی کی اس مفصل تعریف کو انتہائی جامع، عمدہ اور بہترین تعریف قرار دیا ہے۔[7]

ابن العربی لکھتے ہیں کہ :" عدل کا ایک مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنے رب کے درمیان عدل کرے، تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالی کے حق کو اپنے حظ نفس پر اور اس کی رضا جوئی کو اپنی خواہشات پر مقدم جانے اور اس کے احکام کی تعمیل اور اس کی ممنوعات و محرمات سے مکمل اجتناب کرے۔ عدل کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ آدمی خود اپنے نفس کے ساتھ عدل کا معاملہ کرے، وہ اس طرح کہ اپنے نفس کو ایسی تمام چیزوں سے بچائے جس میں اس کی جسمانی یا روحانی ہلاکت ہو اس کی ایسی خواہشات کو پورا نہ کرے جو اس کے لئے مضر ہوں وہ قناعت و صبر سے کام لے اور نفس پر بلا وجہ زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔ عدل کا تیسرا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے نفس اور تمام مخلوقات کے درمیان عدل کرے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کرے اور کسی بھی معاملہ میں کسی سے خیانت نہ کرے سب لوگوں کے لئے اپنے نفس سے انصاف کا مطالبہ کرے، کسی انسان کو اس کے کسی قول و فعل سے ظاہراً یا باطناً کوئی ایذا و تکلیف نہ پہنچے"۔[8]

ابن العربی کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ : عدل کی پہلا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی ذات اور رب کے درمیان عدل کرے یعنی اس کے جملہ احکامات کی پیروی بجالائے اور ممنوعات و محرمات سے باز رہے۔ عدل کا دوسرا مفہوم یہ نکلا کہ انسان خود اپنے نفس کے ساتھ عدل کا معاملہ کرے یعنی ایسی تمام خواہشات سے اجتناب کرے کہ جس سے اس کو جسمانی و روحانی ہلاکت کا خدشہ ہو اور نہ ہی اس پر بلا ضرورت بوجھ ڈالے۔ عدل کا تیسرا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ وہ اپنے نفس اور تمام مخلوقات کے درمیان عدل کرے، کسی سے خیانت نہ کرے اور کسی انسان کو قول و فعل سے ظاہراً باطناً کوئی گزند اور تکلیف نہ پہنچے۔

عدل کی اصطلاحی تعریف:

مختلف علماء و مفکرین نے عدل کی مختلف انداز میں تعریفات بیان کی ہیں۔ ذیل میں چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

افلاطون نے عدل کی تعریف میں کہا ہے کہ معاشرے میں قیام عدل کے لئے ضروری ہے کہ اس کے چار بنیادی طبقات (غلام، پیشہ ور مزدور، فوج اور امراء مراد حکام) کے مابین ایک منظم و مربوط نظام ہو۔[9] جبکہ حضرت داتا علی ہجویری کے نزدیک عدل، ظلم کی ضد ہے اور اس کے معنی ہیں کہ "کسی چیز کو اس کے صحیح موقع محل میں رکھنا۔"[10] مولانا مودودی کی نظر میں "عدل، تمام انسانیت میں بغیر کسی نسلی، لسانی، طبقاتی یا رتبے کے امتیاز کے ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ طریقے سے فراہم کرنا ہے۔"[11]

جبکہ سیرۃ النبی ﷺ کے مصنف سید سلیمان ندوی عدل کے متعلق لکھتے ہیں کہ :"کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں اس طرح بانٹ دیا جائے کہ ان دو میں سے کسی ایک میں ذرا برابر بھی کمی یا بیشی نہ ہو ہو تو اس کو عربی

میں ''عدل'' کہتے ہیں۔''[12] اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق: ''یہ کسی فرد واحد کی کیفیت عدالت تک محدود نہیں بلکہ اجتماعی حالت انصاف بھی اس میں شامل ہو گئی ہے۔''[13]

مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ: ''عدل کا تصور دو مستقل حیثیتوں سے قریب ہے۔ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن و تناسب قائم ہو دوسرا یہ کہ ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ طریقے سے دیا جائے۔اردو زبان میں اس کا مفہوم انصاف سے کر دیا جاتا ہے کہ دو آدمیوں میں تقسیم نصف نصف کی بنیاد پر ہو،اس سے عدل کے معنی مساویانہ حقوق مراد لیے جاتے ہیں۔دراصل عدل جس چیز کا تقاضا کرتا ہے وہ توازن و تناسب ہے،نہ کے برابری۔ بعض حیثیتوں سے تو عدل بے شک معاشرے میں برابری چاہتا ہے،مثلاً حقوق شہریت میں، مگر بعض دوسری حیثیتوں سے مساوات بالکل خلاف عدل ہے۔مثلاً والدین اور اولاد کے درمیان معاشرتی اور اخلاقی مساوات اور اعلی درجہ کی خدمات انجام دینے والوں اور کم تر درجے کی خدمات ادا کرنے والوں کے درمیان معاوضوں کی مساوات۔''
[14]

گویا اس کا مفہوم یہ ہوا کہ عدل جس چیز کا تقاضا کرتا ہے وہ توازن و تناسب ہے نہ کہ برابری،یعنی بعض صورتوں میں تو مساوات اور برابری تو ہو سکتی ہے لیکن مستقل طور پر یہ معنی مراد نہیں لیا جا سکتا و گرنہ اس سے معاشرے میں عدل کی جگہ بہت بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔

عدلِ اجتماعی:

عدل اجتماعی مرکب اضافی ہے جو دو لفظوں کا مجموعہ ہے۔عدلِ اجتماعی کو عربی میں ''العدالة الاجتماعية'' اور انگریزی میں ''Social Justice'' عبرانی میں ''صداقاۃ اور مشپاط'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اور اردو میں اس کا ہم معنی لفظ ''انصاف'' ہے۔جبکہ لفظ ''اجتماع'' کے معنی ہیں: یکجا ہونا، اکٹھ کرنا وغیرہ۔[15] عدل، ظلم کی ضد ہے۔[16] ظلم کے معنی ہیں۔ ''وضع الشيئ فی غیر موضعه''[17] کسی چیز کو اس کے اصل مقام سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا۔ اور عدل کے معنی ہیں: ''وضع الشئ علی محله'' کسی شی کو اس کے اصل مقام پر رکھنا، برابر رکھنا، سیدھا رکھنا۔[18]

اسلام ایک نظامِ اجتماعی ہے اور اجتماعیت اس کی روح ہے فرمان رسول ہے: ''عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ-'' [19] جماعت کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور انتشار سے بچو۔عدل اجتماعی تعلیمات نبوی کی رو سے ایک جامع انسانی عدل ہے جو زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔سید قطب شہید نے اپنی کتاب ''العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام'' میں لکھا ہے: ''اجتماعی عدل اسلامی تعلیمات کی رو سے ایک جامع انسانی عدل ہے جو زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اور ہر طرح کی سرگرمیاں اس کے دائرے میں داخل ہیں۔وہ فکر و عمل اور ضمیر و وجدان سب پر چھایا ہوا ہے اس

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

کا دار و مدار معاشی اقدار پر ہے۔ یہ اپنے وسیع تر مفہوم کے اعتبار سے صرف مادی قدروں تک محدود نہیں بلکہ مادی، معنوی اور روحانی تمام طرح کی اقدار کے ایک خوشگوار امتزاج کا نام ہے۔"[20]

سید عبدالرزاق کمونہ کے نزدیک عدل اجتماعی تمام انسانی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔[21] ڈاکٹر احمد مختار کہتے ہیں کہ عدل اجتماعی: "ایک ایسا اقتصادی نظام ہے جو معاشرے میں بڑھتی ہوئی اقتصادی تفریق کو ختم کرے۔"[22] ان تعبیرات سے مراد معاشرے میں اجتماعی تعاون و کوشش ہے جو کہ معاشرے کے افراد کے درمیان ایک مضبوط اجتماعی رابطہ پیدا کر سکے اور ایک معاشرہ مکمل اور بہترین قسم کی سہولتوں سے ہی تشکیل پاتا ہے۔[23]

گویا دینِ اسلام فقط عبادت و ریاضت کا نام نہیں بلکہ اجتماعی زندگی بھی اس کا موضوع سخن ہے۔ قرآن کریم نے بھی ہمیں اس کی طرف ترغیب دلائی ہے اور محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء نے اپنے فرامین میں اس کی تاکید بھی فرمائی۔ الغرض اسلام کا عدلِ اجتماعی عقائد و عبادات، معاملات و معاشرت اور معاشی احکامات کے ساتھ سیاسی و ملکی معاملات کو بھی احاطہ کئے ہوئے ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے تو بہتر ہو گا کہ عدل اجتماعی ذرہ سے لے کر کائنات کے تمام فلکی و فلکیاتی نظاموں کو شامل ہے۔ دینِ اسلام انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں: مثلاً معاشرتی و معاشی، سیاسی و اقتصادی اور دینی و قانونی غرض دیناو آخرت کے تمام معاملات کو شامل ہے۔

سابقہ علمی مواد کا جائزہ:۔

اگر زیر بحث موضوع "مختلف مذاہب میں عدلِ اجتماعی کے تصوّرات کا تقابلی جائزہ" کے متعلق سابقہ علمی مواد کا جائزہ لیا جائے تو کوئی قابلِ ذکر تحقیقی کوشش سامنے نہیں آئی البتہ عدلِ اجتماعی کے موضوع پر مختلف مجلات میں بہت سے مقالہ جات شائع ہوئے ہیں جن میں سے چند ایک مقالہ جات حسب ذیل ہیں۔ "عدلِ اجتماعی کا اسلامی تصور اور اسکی اہمیت و ضرورت" کے عنوان سے ڈاکٹر محمد عبدالعلی اچکزئی اور ڈاکٹر سمیع اللہ بھٹو نے اپنی تحقیق پیش کی ہے جو کہ معارف اسلامی 2012ء جلد نمبر 11 شمارہ 2 میں شائع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس موضوع سے ملتا جلتا ایک مقالہ "عدلِ اجتماعی کا تصور و اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں" یہ مقالہ ارم سلطانہ نے لکھا اور یہ ہزارہ اسلامیکس جولائی تا دسمبر 2013ء میں شائع ہوا۔ علاوہ ازیں "اسلام میں عدلِ اجتماعی کے چند مظاہر پاکستانی سماج و اداروں کے تناظر میں" کے عنوان سے پروفیسر ڈاکٹر سید عبدالمالک آغا نے تحقیق پیش کی جو کہ "مجلہ القلم" جون 2014ء میں طبع ہوا۔ لیکن ہمارے موضوع سے متعلق ایک مقالہ ڈاکٹر آسیہ رشید نے لکھا ہے جس کا عنوان ہے "عدل اجتماعی کے تصورات کا جائزہ اہمیت (قرآن و حدیث اور عالمی مذاہب کے تناظر میں)" اس مقالہ کے علاوہ بقیہ تمام مقالہ جات میں عدل اجتماعی کی ضرورت و اہمیت کو اور اس کی اقسام کو ہی زیر بحث لایا گیا ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

عدل اجتماعی کے بارے میں مختلف مذاہب کے تصورات کا جائزہ:

یہودی تصور عدل:

موجودہ شریعت موسوی میں ہمیں قانون عدل میں نہ تو عفو و در گزر کی کوئی صورت نظر آتی ہے، نہ ہی قانون کی لچک اور نہ ہی کہیں وہ توازن و تناسب، تورات کی کتاب احبار میں ہے: ''جو انسان مار ڈالے گا سو مار ڈالے گا۔ توڑنے کے بدلے میں توڑنا، آنکھ کے بدلے میں آنکھ، دانت کے بدلے میں دانت''[24]

دوسری بات جو یہودی تصور عدل میں پائی جاتی ہے وہ اسرائیلی اور غیر اسرائیلی میں تمیز اور فرق ہے۔ اگر ایک ہی معاملہ یہودی کے ساتھ کیا جاتا تو جائز جبکہ کسی غیر یہودی کے ساتھ وہی معاملہ ناجائز قرار دیا جاتا ہے مثلا: ''جو قرض ایک شخص نے دوسرے کو دیا ہو وہ سات سال بعد ضرور معاف کر دیا جائے مگر پردیسی سے تو اس کا مطالبہ کر سکتا ہے''[25] اسی طرح غیر اسرائیلی سے سود لیا جا سکتا ہے لیکن اپنوں اور اسرائیلیوں سے یہ معاملہ اس شریعت میں جائز نہیں ''سود لینا ممنوع ہے، باپ بھائی کو سود پر قرض نہ دیتا، مگر پردیسی کو سود پر قرض دیا جا سکتا ہے۔''[26] علاوہ ازیں شریعت موسوی کی کتابوں میں اسرائیلیوں اور غیر اسرائیلیوں میں فرق کا درس ملتا ہے۔ ''عہد نامہ عتیق اور تالمود اسرائیلی اور غیر اسرائیلی کے درمیان فرق کرتی ہے۔''[27]

اسی تفریق اور تمیز کے ضمن میں سید ابوالاعلی مودودی بڑی سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''تالمود میں کہا گیا کہ اگر اسرائیلی کا بیل کسی غیر اسرائیلی کو زخمی کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں مگر غیر اسرائیلی کا بیل اگر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کرے تو اس پر تاوان ہے۔ اگر کسی شخص کو کسی جگہ کوئی گری ہوئی چیز ملے تو اسے دیکھنا چاہیے کہ گردو پیش آبادی کن لوگوں کی ہے اگر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے اعلان کرنا چاہیے غیر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے بلا اعلان وہ چیز اپنے پاس رکھ لینی چاہیے۔'' ربی اشماعیل کہتا ہے ''اگر امی اور اسرائیلی کا مقدمہ قاضی کے پاس آئے تو قاضی اگر اسرائیلی قانون کے مطابق اپنے مذہبی بھائی کو جتوا سکتا ہو تو اس کے مطابق جتوائے اور کہے کہ یہ ہمارا قانون ہے اگر امیوں کے قانون کے تحت جتوا سکتا ہے تو اس کے تحت جتوائے اور کہے کہ یہ تمہارا قانون ہے۔ اگر دونوں قانون ساتھ نہ دیتے ہوں ہو تو پھر جس حیلے سے بھی وہ اسرائیلی کو کامیاب کر سکتا ہو، کرے۔'' ربی شموایل کہتا ہے کہ ''غیر اسرائیلی کہ ہر غلطی سے فائدہ اٹھایا جائے۔''[28]

عدل و انصاف کے اس تصور نے یہود میں بہت سی برائیاں اور خرابیاں پیدا کر دی تھیں۔ یہود کے قانون عدل میں لچک کے فقدان نے انہیں سخت مزاج درشت بنا دیا تھا۔ بلکہ قرآن کریم کے مطابق ان کے دل نہ صرف

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

پتھر کی طرح ہو گئے تھے بلکہ اس سے بھی سخت ہو گئے تھے قرآن کریم نے سورۃ البقرۃ اور سورۃ المائدۃ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً۔[29]

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى۔ [30]

یہود اسرائیل اور غیر اسرائیل میں نہ صرف تفریق کرتے تھے بلکہ اس کے باعث ان میں تکبر و نخوت اور اکڑ کوٹ کوٹ کر بھر گئی تھی۔ جس کا بھی ذکر قرآن کریم نے بھی کیا ہے۔ چونکہ یہود خود کو اللہ تعالی کی لاڈلی اور پیاری قوم سمجھتے۔ وہ کہتے تھے کہ دوزخ کی آگ ہمیں نہیں چھوئے گی، مگر چند ایک گنتی کے دن۔ قرآن کریم میں ہمیں اس کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً۔[31] ''اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن'' یہودیوں کے اس نام نہاد تصور عدل کا یہ نتیجہ نکلا کہ اسرائیلیوں کو اس قانون امتیاز نے انہیں اتنا نڈر اور بے باک بنا دیا کہ انہوں نے اسرائیلیوں کے لئے اپنے شرعی اور الہامی قوانین میں بھی تبدیلی شروع کر دی۔ قرآن کریم نے بھی ان کے اس رویے کو بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِه۔[32] ''اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں۔'' اسی طرح ایک دوسری جگہ ان کی تحریف کتاب کا ذکر قرآن کریم یوں بیان کرتا ہے۔ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِه۔[33] ''کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔''

یہودی تصور عدل کے اس جائزہ کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ، اگرچہ شریعت موسوی میں قانون عدل موجود تھا جو کی توراۃ گواہ ہے لیکن اسرائیلیوں نے دیگر احکام شریعت کی طرح اس حکم خداوندی کو اپنے مفاد اور دنیاوی غرض کے لئے نہ صرف یکسر بدل دیا بلکہ اس کا بے باک استعمال بھی کیا اور اس کو شریعت موسوی سے بھی تعبیر کیا۔

عیسوی تصور عدل:۔

عیسوی تصور عدل، موسوی تصور عدل کے بالکل برعکس ہے۔ وہ اس طرح کہ موسوی تصور عدل میں ہمیں عفو و درگزر کی کوئی گنجائش نہیں ملتی جبکہ عیسوی عدل میں ایک طرف افراط نظر آتا ہے تو دوسری طرف

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

تفریط۔ یہاں قصاص کو تقریباً ختم کر دیا گیا ہے یعنی اس کی کوئی گنجائش نہیں اور سب کچھ عفوو در گزر کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ اس طرح کہ عیسوی تصور عدل میں بدی اور گناہ کا نہ تو کوئی بدلہ ہے اور نہ کوئی سزا۔ "کسی بدی کا بدلہ بدی سے نہ دو کیونکہ یہ کام تو حیوان بھی کرتے ہیں بدی کا نتیجہ نیکی کے ساتھ دو جو تم سے عداوت رکھے اس کے لئے دعا مانگو۔"[34]

اسی طرح اسی سے ملتا جلتا مضمون لوقا میں بھی ہے، لکھا ہے کہ: "آگ آگ سے نہیں بجھائی جاتی، بلکہ پانی سے، اس لئے کہتا ہوں کہ بدی پر بدی غالب نہ آئے، بلکہ نیکی کے ذریعے سے۔"[35]

یہودیوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی صرف بنی اسرائیل کی طرف آئے تھے لہذا یہ بھی اپنے آپ کو باقی تمام اقوام سے برتر، الگ تھلگ اور خدا کا چہیتا سمجھنے لگے تھے۔ قرآن کریم نے ان کے اس دعوی کو اس طرح بیان کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ۔[36] "اور یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔" پھر عیسوی تصور عدل میں عفوو در گزر کی تعلیم تھی جو فطرت انسانی سے بھی متضاد تھی، اس لئے دین دار طبقہ نے ترکِ دنیا اور رہبانیت اپنائی۔[37] اور قرآن کریم میں ان کی اس بات کا ذکر سورۃ الحدید میں کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔ "اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا۔"

یہودیوں کی طرح عیسائی بھی کلام الٰہی میں تحریف کے مرتکب ہوتے تھے۔ اور قرآن کریم میں ان کے اس فعل شنیع کے بارے میں جا بجا ذکر ہوا ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں خود تحریف اور ردوبدل کرتے اور کہتے کہ یہ کلام خداوندی ہے۔ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔[38] "اور ان میں کچھ وہ ہیں جو زبان پھیر کر کتاب میں میل (ملاوٹ) کرتے ہیں کہ تم سمجھو یہ بھی کتاب میں ہے اور وہ کتاب میں نہیں، اور وہ کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے اور وہ اللہ کے پاس سے نہیں، اور اللہ پر دیدہ و دانستہ جھوٹ باندھتے ہیں۔" اس آیت مبارکہ کے شان نزول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ دونوں کے حق میں نازل ہوئی کہ انہوں نے تورات وانجیل کی تحریف کی اور کتاب اللہ میں اپنی طرف سے جو چاہا ملایا۔[39]

علاوہ ازیں ان کی اس تحریف کے بارے میں سورۃ البقرۃ کی آیات 79، 75 اور 146 میں سورۃ العمران کی آیت 78 میں اور سورۃ النساء کی آیت 46 اور سورۃ المائدۃ کی آیت 13 میں یہ ذکر موجود ہے۔

عیسائی تصور عدل کے بارے میں اس جائزہ کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی معاشرے میں ذاتی منفعت کے لئے کلام خداوندی میں اس قدر تحریف کی گئی کہ انہوں نے احکام الٰہی کی اصل صورت کو سرے سے ہی مٹا دیا۔اور اس کے ساتھ ان کے ہاں بدی اور برائی کا بدلہ یا سزا کا کوئی تصور ہی نہیں پایا جاتا۔یعنی عیسائی تصور عدل میں تعزیرات و قصاص کا قانون سرے سے موجود ہی نہیں۔اسی بناء پر انہوں نے خود کو اللہ کا چہیتا جانا اور کچھ نے رہبانیت کو اپنا لیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا نظام عدل افراط و تفریط نظر کا شکار ہو گیا۔

ایران کا نظام عدل وانصاف:

سیرت کی مشہور کتاب 'ضیاء النبی' کی جلد اول میں پیر کرم شاہ الازہری ایران کے نظام عدل وانصاف کے بارے میں لکھتے ہیں:

پروفیسر آرتھر نے اس موضوع پر بڑی شرح وبسط سے لکھا ہے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے:۔

"اوستا اور اس کی تفسیریں اور اجماع نیکاں یعنی فقہاء کے فتاوے قانون کے ماخذ تھے مجموعہ قوانین کی کوئی خاص کتاب موجود نہ تھی۔ علم فقہ کی تمام تفصیلات بیشتر مفسرین کے اقوال پر مبنی تھیں اور عہد ساسانی کے ضابطہ عدالت کا پتہ دیتی تھیں۔ "مادیگان" میں عہد ساسانی کے چند ایسے قانون دانوں کے نام محفوظ رہ گئے ہیں جن کے فتوے اس میں درج کئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں مصنف نے ایک موقع پر ایک کتاب "دستوراں" کا نام لیا ہے معلوم ہوتا ہے وہ بھی قانون کی کوئی کتاب تھی۔[40]

اس کتاب کے مصنف نے بیان کیا ہے:۔

قانونی امور میں موبدان موبد کی رائے کو فوقیت دی جاتی تھی۔اس میں ایسی عدالتوں کا بھی ذکر ہے جن میں مختلف درجوں کے جج مل کر بیٹھتے تھے قانون کی طرف سے ججوں کو گواہوں کو بلانے کی مہلت ملتی تھی مقدمہ کی ساری کاروئی کے لئے ایک خاص مدت معین تھی۔ایسے ججوں پر مقدمہ چلانا ممکن ہوتا تھا جو کسی غرض کے تحت ایک مشکوک امر کو یقینی اور یقینی کو مشکوک بنا دیں۔[41]

قانون میں تین قسم کے افعال کو جرم قرار دیا گیا تھا۔

1. وہ جرم جو خدا کے خلاف ہوں یعنی جب ایک شخص مذہب سے برگشتہ ہو جائے یا عقائد میں بدعت پیدا کرے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

2. وہ جرم جو بادشاہ کے خلاف ہوں۔ جب کہ ایک شخص بغاوت یا غداری پیدا کرے یا لڑائی میں میدان جنگ سے بھاگ جائے۔
3. وہ جرم جو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں۔

پہلی اور دوسری قسم کے جرائم یعنی الحاد، بغاوت، غداری اور میدان جنگ سے فرار کی سزا فوری موت تھی اور تیسری قسم کے جرائم مثلاً چوری، راہزنی اور ہتک ناموس کی سزا بعض صورتوں میں جسمانی عقوبت اور بعض میں موت ہوتی تھی۔

امیاں مارسیلنوس لکھتا ہے کہ بعض سزائیں بہت ظالمانہ اور قابل نفرت تھیں۔ مثلاً یہ کہ ایک شخص کے جرم کے بدلے میں اس کے تمام رشتے داروں کو قتل کر دیا جاتا۔[42]

''نکازم نسک'' کی رو سے مجرموں کو خاص طور پر ناخوشگوار جگہوں میں بند کیا جاتا تھا اور حسب جرم اس جگہ میں موذی جانور چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ تھیوڈورت جو شہر صور، کا بشپ تھا، وہ لکھتا ہے عیسائی قیدیوں کو بعض اوقات تاریک کنوؤں میں بند کر دیا جاتا تھا اور ان میں چوہے چھوڑ دیئے جاتے تھے قیدیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جاتے تھے تاکہ وہ ان سے اپنے آپ کو بچا نہ سکیں اور یہ جانور بھوک کے مارے ایک طویل اور ظالمانہ عذاب کے ساتھ ان کو کاٹ کاٹ کر کھاتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ جیل کو بطور ایک ایسی جگہ کے بھی استعمال کیا جاتا تھا جہاں ذی رتبہ اشخاص کو جن کا وجود سلطنت اور بادشاہ کے لئے خطرے کا باعث ہوتا تھا چپکے سے غائب کر دیا جاتا تھا۔ خوزستان ایک مضبوط قلعہ تھا جس کا نام ''گیل گرد'' یا اندمیشن تھا جہاں اس قسم کے سیاسی قیدیوں کو محبوس رکھا جاتا تھا۔ اس کو ''انوش برد'' بھی کہتے تھے جس کے معنی قلعہ فراموش کے ہیں اس لئے کہ جو لوگ وہاں قید ہوتے تھے ان کا نام لینا بلکہ خود قلعہ کا نام لینا بھی ممنوع تھا۔[43]

ایک نہایت عام سی سزا جو خصوصاً باغی شہزادوں کو دی جاتی تھی یہ تھی کہ ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھروا کر یا کھولتا ہوا تیل ڈلوا کر اندھا کر دیتے تھے۔ اسی طرح زندہ آدمیوں کی ساری یا آدھی کھال کھچوا دینے کا دستور تھا۔[44] عیسائیوں پر جور و تعدی کے زمانہ میں شہداء کو کبھی کبھی سنگسار بھی کیا جاتا تھا۔ یزدگرم دوم کے زمانہ میں دو عیسائی راہبہ عورتوں کو سولی چڑھا کر سنگسار کیا گیا اور چند شہداء کو زندہ دیوار میں چنوایا گیا۔ ہاتھیوں کے پاؤں تلے روند ڈالنے کی سزا ساسانیوں کے عہد میں عام طور پر رائج تھی۔[45]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

اپنے مذہبی اور سیاسی مخالفین کو اس قسم کی لرزہ خیز سزائیں دینا وہاں آئے دن کا معمول تھا جس پر کسی قسم کا تعجب اور حیرت کا اظہار نہ کیا جاتا، اور نہ ہی ان ظالمانہ اذیت رسانیوں کے خلاف عوام میں کوئی رد عمل پیدا ہوتا۔

ول ڈیوران اپنی مشہور تصنیف ''دی ایج آف فیتھ The Age of Faith'' میں اس موضوع پر اپنی تحقیق کا یوں اظہار کرتا ہے۔

''بادشاہ اس کے مشیر اور مذہبی علماء قانون مرتب کرتے اور ان کی بنیاد قدیم اوستا پر ہوتی۔ جرائم کا سراغ لگانے کے لئے جسمانی اذیت سے کام لیا جاتا، مشکوک لوگوں سے کہا جاتا کہ وہ آگ میں گرم کئے ہوئے سرخ لوہے پر چلیں یا بھڑکتی ہوئی آگ پر چل کر گزریں یا زہریلی خوراک کھائیں۔ اگر اس آزمائش میں وہ سلامت بچ جاتے تو انہیں بے گناہ قرار دیا جاتا اور اگر وہ اس آزمائش میں پورا نہ اترتے تو انہیں مجرم یقین کر لیا جاتا اور انہیں سزا دی جاتی۔''[46]

ایران میں عدل وانصاف کی جو حالت تھی اس کو آشکار کرنے کے لئے اس واقعہ کو سامنے رکھئے جس میں '' خسرو نے زرعی پیداوار پر لگانوں کی جب نئی شرح مقرر کی تو اس نے ایک مجلس مشاورت طلب کی جس میں ایران کے سربرآوردہ امراء، علماء، فضلاء، فوجی سپہ سالار شریک ہوئے۔ لگان کی نئی شرحوں کا اعلان کرنے کے بعد جب خسرو نے حاضرین سے پوچھا کہ ان شرحوں پر کسی کو کوئی اعتراض ہے تو محفل میں سناٹا چھایا رہا۔ اس نے پھر یہ سوال دہرایا پھر بھی سکوت طاری رہا۔ تیسری مرتبہ پھر اس نے یہی سوال حاضرین سے پوچھا تو ایک دبیر بڑے ادب واحترام کے ساتھ اس پر اعتراض کیا اور جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس معترض کا تعلق دبیروں کے حلقہ سے ہے تو حکم دیا کہ ہر دبیر اپنے قلم دان سے اس کو زدوکوب کرے۔ چنانچہ فرمان شاہی کی تعمیل کرتے ہوئے ہر دبیر نے اپنے بد قسمت ساتھی پر قلمدانوں سے ضربات کی بارش شروع کر دی یہاں تک کہ اس نے وہیں دم توڑ دیا اور تمام حاضرین نے بآواز بلند یہ کہا کہ ہمیں بادشاہ کے نئے لگانوں کی شرحوں پر قطعاً کوئی اعتراض نہیں۔''

نوشیرواں جس کا عدل وانصاف ضرب المثل تھا جس نے اپنے محل کے صحن کو ٹیڑھا رکھنا تو گوارا کر لیا لیکن غریب عورت کی جھونپڑی کو اس کی مرضی کے خلاف وہاں سے اٹھانا گوارا نہ کیا۔ عدل وانصاف کے اس پیکر نوشیرواں نے اپنے تمام سگے بھائیوں کو اس لئے تہ تیغ کر دیا کہ مبادا اس میں سے کوئی اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دے۔[47]

ایران کے سلاطین اس بات کے مدعی تھے کہ ان کی رگوں میں خدائی خون دوڑتا ہے، اسی لئے ایران کے باشندے بھی انہیں ایسے ہی دیکھتے تھے گویا کہ وہ خدا ہوں۔" اونچ نیچ کا فرق، طبقوں کا تفاوت اور پیشوں کی تقسیم ایرانی معاشرے اور معاشرتی نظام کا اٹل قانون تھا، جس میں ردو بدل ممکن نہ تھا۔"48

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قوم کے سلاطین اپنی رگوں میں خدائی خون کے دعوے دار ہوں، طبقات کا تفاوت اور پیشوں کی تقسیم ہو، سلاطین کے سامنے بات کرنے کی اجازت بھی روانہ ہو، عدل وانصاف کے پیکر اپنی سلطنت کو طول دینے کے لئے اپنے سگے بھائیوں کا خون کر دیں اور اپنے مخالفین کو اذیت ناک سزائیں دی جائیں اور ایک فرد کے جرم میں تمام رشتہ داروں کو قتل کر دیا جاتا ہو اور وہاں کے افراد معاشرہ عدل وانصاف کیلئے ترستے ہوں، وہاں عدل وانصاف کتنا ناپید ہو گا۔

ہندوؤں کا نظام عدل وانصاف:

ہندی معاشرہ میں نظام عدل وانصاف کے خدوخال اختصار کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔

قاضی ہر مدعی کو حکم دیتا کہ وہ اپنا دعویٰ تحریری طور پر پیش کرے اور ایسے گواہ بھی پیش کرے جن سے اس کا دعویٰ ثابت ہوتا ہو عام طور پر گواہوں کی تعداد کم از کم چار مقرر تھی لیکن اگر گواہ ایسا ہوتا جس کی ثقاہت قاضی کے نزدیک مسلم ہوتی تو پھر اس ایک گواہ کی گواہی سے بھی قاضی مقدمہ کا فیصلہ کر دیتا۔ قاضی پر لازم تھا کہ وہ رازداری سے بھی حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کرے اور ظاہری علامات وقرائن سے بھی استدلال کرے اگر مدعی گواہ پیش نہ کر سکتا تو پھر مدعا علیہ پر لازم تھا کہ وہ قسم اٹھائے۔ مدعا علیہ کے لئے یہ بھی جائز تھا کہ وہ مدعی کو قسم کھانے کے لئے کہے، قسم کی مختلف صورتیں تھیں جس قسم کا دعویٰ ہوتا اسی انداز کی قسم بھی ہوتی۔ اگر معمولی سی چیز کا دعویٰ ہوتا تو اور مدعا علیہ اس پر رضامند ہوتا کہ مدعی ہی قسم کھائے تو اس کا طریقہ تھا کہ وہ پانچ برہمن عالموں کے سامنے کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے نیک اعمال کا ثواب جو اس دعویٰ کے آٹھ گنا کے برابر ہو اس کو دے دیا جائے۔ اگر دعویٰ سنگین قسم کا ہوتا تو اس کے لئے قسم کھانے کی یہ صورت تھی کہ قسم کھانے والے کے سامنے زہر کا پیالہ پینے کے لئے پیش کیا جاتا اور اسے کہا جاتا کہ اگر وہ سچا ہو گا تو وہ زہر اس پر اثر نہیں کرے گا۔ اس سے بھی سنگین قسم یہ تھی کہ قسم اٹھانے والے کو ایک تیز رفتار اور گہری نہر کے کنارے پر لایا جاتا یا ایسے کنویں کے کنارے پر کھڑا کیا جاتا جو بہت گہرا ہوتا اور اس میں پانی کی کثیر مقدار ہوتی اس پانی کو مخاطب کرتے ہوئے ملزم کہتا اے پانی! تو پاکیزہ ملائکہ میں سے ہے ظاہر وباطن سے آگاہ ہے اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو مجھے قتل کر دے اگر میں سچ بول رہا ہوں تو

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

میری حفاظت کر۔ پھر پانچ آدمی اس کو اٹھا کر اس گہری اور تند روندی میں یا گہرے کنویں میں پھینک دیتے اگر وہ سچا ہوتا تو نہ ڈوبتا اور اگر جھوٹا ہوتا تو پانی اس کو موت کا جام پلا دیتا۔ سب سے زیادہ سنگین نوعیت کی قسم کا طریقہ یہ تھا کہ قاضی فریقین کو اس شہر میں جو سب سے زیادہ قابل احترام بت خانہ ہوتا وہاں بھیج دیتا مدعا علیہ ایک دن پہلے روزہ رکھتا دوسرے دن نیا لباس پہن کر مدعی کے ساتھ مل کر کھڑا ہو جاتا۔ بت خانہ کے خدام اس بت پر پانی ڈالتے اور اس کو پلاتے اگر وہ جھوٹا ہوتا تو فوراً اس کو خون کی قے آنے لگتی۔

ایک طریقہ یہ بھی رائج تھا لوہے کو آگ میں اس حد تک تپایا جاتا کہ وہ پگھلنے کے قریب ہو جاتا پھر منکر کی ہتھیلی پر ایک پتہ رکھا جاتا اس کے اوپر یہ گرم ٹکڑا رکھا جاتا اور اسے کہا جاتا کہ وہ سات قدم اٹھائے پھر اس ٹکڑے کو پھینک دے اگر وہ جھوٹا ہو گا تو اس کا ہاتھ جل جائے گا ورنہ نہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی طریقے تھے جس سے قسم اٹھانے والے کی سچائی یا کذب بیانی کا وہ پتہ لگاتے۔[49]

ان کے نظام عدل کے بارے میں ایک چیز مزید غور طلب ہے جس نے ان کے نظام عدل کو نظام جور و ستم میں تبدیل کر دیا تھا وہ یہ کہ فیصلہ کرتے ہوئے یہ دیکھا جاتا تھا کہ ملزم کون ہے اگر ملزم اعلیٰ ذات کا فرد ہوتا تو اس کے لیے اور سزا مقرر کی جاتی اگر ادنی طبقہ کا فرد ہوتا تو اسے اور سزا دی جاتی جو اعلی طبقہ کی سزا سے شدید تر ہوتی۔ اگر قاتل برہمن ہوتا اور مقتول کسی اور طبقہ سے تو برہمن سے قصاص نہیں لیا جاتا بلکہ اس پر صرف صرف کفارہ لازم ہوتا یعنی وہ روزہ رکھے، صدقہ خیرات دے اور پوجا پاٹ کرے اور اگر قاتل مقتول دونوں برہمن ہوتے تو قاتل برہمن سے کفارہ بھی نہ لیا جاتا بلکہ اس کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا جاتا۔ قتل کے سوا دوسرے جرائم جن کی سزا قتل تھی یہ تھے، گائے کو ذبح کرنا، شراب پینا، زنا کرنا۔ برہمن اور کھشتری کو کوئی سزا نہ دیتے صرف اس کو مالی جرمانہ کرتے یا اس کو ملک بدر کر دیتے۔

البیرونی کے کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آریوں کا اصل مذہب عقیدہ توحید تھا اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے البیرونی نے ویدوں، پاتنجلی، بھگوت گیتا سے حوالے پیش کیے ہیں لیکن جب مہابھارت کی جنگ ہوئی تو بڑے بڑے عالم، راجہ، رشی، مہارشی بھارت کی جنگ میں مارے گئے تو ویدوں کی تعلیم اور آریہ عقائد کی اشاعت بند ہو گئی۔

مولانا عبدالمجید سالک نے اپنی تصنیف ''مسلم ثقافت ہندوستان میں'' میں ستیارتھ پرکاش کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ ''مذہب خاص لوگوں کے قبضہ میں آگیا جو من گھڑت عقیدوں کی تبلیغ کرنے لگے۔ برہمنوں نے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

اپنی روزی کا بندوبست کرنے کے لئے کھشتری اور دوسری قوموں کو یہ اپدیش دیا کہ ہم ہی تمہارے معبود ہیں ہماری خدمت کے بغیر تم کو مکتی حاصل نہیں ہوگی۔''[50]

ان کے عقائد کے بگاڑ نے عجیب وغریب عملی صورت صورت اختیار کرلی جس کے ذکر سے ہی ہیں جبین حیا عرق آلود ہو جاتی ہے لیکن صورتحال کی سنگینی سے آگاہی کے لئے ان امور کا ذکر کرنا بھی ناگزیر ہو جاتا ہے۔

سالک عبد المجید اپنی کتاب ''مسلم ثقافت ہندوستان میں'' میں لکھتے ہیں۔ ''اس زمانہ میں ہندوستان کے اندر ایک ایسا مذہب پیدا ہو گیا تھا جو صرف خواہشات نفسانی پر مبنی تھا اس میں شراب کی پوجا کی جاتی اور ایک برہنہ مرد کی ہاتھ میں تلوار دے کر اس کو مہادیو کہہ کر اور ایک ننگی عورت کو دیوی قرار دے کر ان دونوں کی پوجا کی جاتی۔[51]

مندروں میں مرد وزن کے برہنہ مجسمے اور تصویریں اب بھی دیکھنے والوں کو محو حیرت کر دیتی ہیں کیا یہ وہ عبادت گاہیں جن کا مقصد پاکیزہ سیرت کی تعمیر اور اخلاق کی تطہیر ہے؟ ان مقامات پر اس قسم کے ہیجان انگیز اور اخلاق سوز مجسموں کو لوگ تقدس کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کی پوجا پاٹ کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ جب ان کے معبودوں کی عریانی کا یہ عالم تھا تو ان کے پجاریوں کی اخلاق باختگی کا اندازہ لگا لینا مشکل نہیں۔[52]

ان تمام تفصیلات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دیگر اقوام کی طرح ہندو قوم میں بھی عدل وانصاف نہ ہونے کے برابر تھا کہ جہاں امیر وغریب میں تفاوت، اعلی وادنی میں تمیز اور ذات وپات کا فرق ہو، برہنہ عورت اور شراب کی پوجا کی جاتی ہو، جہاں برہمن اپنی روزی کا بندوبست کرنے کے لئے کھشتری اور دوسری قوموں کو یہ اپدیش دیں کہ ہم ہی تمہارے معبود ہیں ہماری خدمت کے بغیر تم کو مکتی حاصل نہیں ہوگی تو ایسی قوم کا ظلم وجبر اور ناانصافی یقیناً پور دنیا میں ضرب المثل ہوگی۔

عدلِ اجتماعی کا شریعت اسلامیہ کی روشنی میں تفصیلی جائزہ۔

عدل از روئے قرآن کریم:

دیگر مذاہب عالم اور مختلف اقوام میں عدل وانصاف کے تصورات کو پیش کرنے کے بعد اب امن وآشتی اور عدل وانصاف کے داعی، ذات وپات، امیر وغریب، ادنی واعلیٰ اور شاہ وگدا کے درمیان تفریق کو مٹانے والے عالمگیر مذہب، دین اسلام کا عدل وانصاف کے بارے نقطہ نظر کیا ہے اس بارے میں جانتے ہیں اور سب سے پہلے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

کتاب حکیم سے اس کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنی کتاب قرآن مجید میں بیشتر مقامات پر عدل و مساوات کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ان میں سے چند آیات کریمہ بمع ترجمہ و تفسیر یہ ہیں ارشاد ربانی ہے کہ:

1- يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ -[53]

اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لیے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا۔

علامہ سید سلیمان ندوی اس آیت کے بارے میں یوں اظہار خیال کرتے ہیں: ”عدل و انصاف کی راہ میں ان دونوں سے بھی زیادہ ایک کٹھن منزل ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے نفس کے مقابلہ میں بھی عدل و انصاف کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔“[54]

2- وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ -[55] اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں انصاف کروں۔

”اس آیت میں اللہ کے نبی کو حکم دیا گیا کہ عدل کریں تو آپ نے (ہر معاملہ میں) عدل کیا۔اور عدل کرنا زمین میں اللہ کا ترازو ہے اس کے ذریعہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جاتا ہے اور طاقتور سے کمزور کا،اور اسی عدل کے ذریعہ حد سے تجاوز کرنے والے کو غلط قرار دینا اور جھڑکنا ہے۔“[56]

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں۔”یعنی احکام شرعیہ کو نافذ کرنے میں معزز اور پست طبقہ کے لوگوں، اور امیر اور غریب کا فرق نہ کیا جائے اور مقدمات کا فیصلہ کرنے میں کسی کی رو رعایت نہ کی جائے۔“[57]

مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں اس آیہ کریمہ سے متعلق بہت طویل اور سیر حاصل بحث کی ہے اور اس کے تین معانی بیان فرمائے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں: ”ایک مطلب یہ ہے کہ میں ان ساری گروہ بندیوں سے الگ رہ کر بے لاگ انصاف پسندی اختیار کرنے پر مامور ہوں میرا سب کے ساتھ یکساں معاملہ ہے خواہ وہ میرا قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ میں جس حق کو تمہارے سامنے پیش کرنے پر مامور ہوں اس میں کسی کے لیے بھی کوئی امتیاز نہیں ہے، بلکہ وہ سب کے لیے یکساں ہے۔اس بے لاگ ضابطے میں میری اپنی ذات کے لیے بھی کوئی استثناء نہیں۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ میں دنیا میں عدل قائم کرنے پر مامور ہوں۔“[58]

3- اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا-وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ-اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا-[59] بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :"یہ حکم ان کے درمیان قتل کے مقدمات، مالی مقدمات اور عزت و آبرو کے مقدمات، خواہ یہ چھوٹے ہوں یا بڑے، سب کو شامل ہے اور اس کا اطلاق قریب، بعید، صالح، فاجر، دوست اور دشمن سب پر ہوتا ہے۔[60]

4- اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ۔[61] بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ غلام رسول سعیدی عدل کے معانی اور اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عدل کا معنی ہے مساوات۔ اس کی دو قسمیں ہیں: عدل عقلی اور عدل شرعی، عدل عقلی کی مثال یہ ہے کہ نیکی کرنے والے کے ساتھ نیکی کی جائے اور تکلیف دور کرنے والے سے تکلیف کا ازالہ کیا جائے۔ اور عدل شرعی وہ ہے جس کا سمجھنا شریعت پر موقوف ہو جیسے قصاص اور دیت کے احکام۔[62] حدیث میں عدل بمعنی فضل اور صرف بمعنی نفل آیا ہے: فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لاَ يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلاَ عَدْلٌ، ۔[63] جس نے کسی مسلمان کے ساتھ عہد کر کے اس کو توڑا اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ اس کے نفل کو قبول کرے گا نہ فرض کو۔[64] تفسیر ضیاء القرآن میں پیر کرم شاہ الازہری اس کی تفسیر میں حضرت سفیان ابن عینیہ کا عدل کے بارے میں قول نقل کیا ہے: "العدل ھھنا استواء السویرة والاحسان ان تکون السریرة افضل من العلانیة" کہ یہاں عدل کا معنی یہ ہے کہ ظاہر اور باطن دونوں یکساں ہوں۔[65]

مولانا مودودی اس کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ: اس مختصر سے فقرے میں تین ایسی چیزوں کا حکم دیا گیا ہے جب پورے انسانی معاشرے کی درستی کا انحصار ہے ان میں سے پہلی چیز عدل ہے جس کا تصور دو مستقل حقیقتوں سے مرکب ہے۔ ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن اور تناسب قائم ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کا حق بے لاگ طریقہ سے دیا جائے۔ اردو زبان میں اس مفہوم کو لفظ "انصاف" سے ادا کیا جاتا ہے، مگر یہ لفظ غلط فہمی پیدا کرنے والا ہے۔ اس سے خواہ مخواہ یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان حقوق کی تقسیم نصف نصف کی بنیاد پر ہو۔ اور اس حکم کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے اخلاقی، معاشرتی، معاشی، قانونی، اور سیاسی و تمدنی حقوق پوری ایمان داری کے ساتھ ادا کیے جائیں۔[66]

مفتی محمد شفیع اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں: "یہ آیت قرآن کریم کی جامع ترین آیت ہے جس میں پوری اسلامی تعلیمات کو چند الفاظ میں سمو دیا گیا ہے اسی لیے سلف صالحین کے عہد مبارک سے آج تک دستور چلا آرہا ہے کہ جمعہ و عیدین کے خطبوں کے آخر میں یہ آیت تلاوت کی جاتی ہے۔" "اس آیت میں حق تعالیٰ نے تین چیزوں کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک عدل ہے عدل: اس لفظ کے اصلی اور لغوی معنی برابر کرنے ہیں اسی کی مناسبت سے حکام

کا لوگوں کے نزاعی مقدمات میں انصاف کے ساتھ فیصلہ عدل کہلاتا ہے۔ قرآن کریم میں اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اسی معنی کے لیے آیا ہے اور اسی لحاظ سے لفظ عدل افراط تفریط کے درمیان اعتدال کو بھی کہا جاتا ہے اور اسی کی مناسبت سے بعض ائمہ تفسیر نے اس جگہ لفظ عدل کی تفسیر ظاہر و باطن کی برابری سے کی ہے یعنی جو قول یا فعل انسان کے ظاہری اعضاء سے سرزد ہو اور باطن میں بھی اس کا وہی اعتقاد اور حال ہو اور اصل حقیقت یہی ہے کہ یہاں لفظ عدل اپنے عام معنی میں ہے جو ان سب صورتوں کو شامل ہے جو مختلف ائمہ تفسیر سے منقول ہیں ان میں کوئی تضاد یا اختلاف نہیں۔"[67]

مذکورہ بالا آیت کریمہ کی جملہ تفاسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس میں اللہ تعالی نے عدل و انصاف کا اجتماعی اور ہمہ گیر تصور عطا فرمایا ہے، جس سے انسانی معاشرے کے مساویانہ حقوق، فلاح و بہبود اور عادلانہ طرز زندگی کی تشریح ملتی ہے۔ اور اس حکم خداوندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر انسان کو اس کے اخلاقی و قانونی، معاشی و معاشرتی اور سیاسی و تمدنی حقوق بلا تفریق پورے پورے ادا کئے جائیں۔

عدل اور تعلیمات نبوی ﷺ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللَّهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ۔[68] "انصاف کرنے والوں کو قرب الٰہی میں نوری ممبر عطا ہوں گے یہ منبر رحمان کے داہنی جانب ہوں گے اور رحمان کے دونوں ہاتھ دائیں ہاتھ ہیں۔" شیخ ابو الحسنؒ نے "يَمِينِ الرَّحْمَنِ" کی تصریح یوں کی ہے: "رحمان کے داہنے ہاتھ کی معنی یہ ہے کہ وہ اچھی حالت اور بلند درجہ پر فائز ہوں گے۔"[69]

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ "قیامت کے دن اللہ سے سب سے زیادہ قریب اور اللہ کو سب سے پیارا امام عادل ہو گا اور سب سے ناپسندیدہ ظالم حکمران ہے"۔ " إِنَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ عَادِلٌ۔"[70]

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةَ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔"[71] "ظالم حکمران کے سامنے حق و عدل کی بات کہنا افضل ترین جہاد ہے"۔

ایک اور روایت میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک گھڑی کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے افضل و اعلیٰ قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا: "یوم من امام عادل افضل من عبادةستين سنة، وحد يقام فى الارض بحقه ازكىٰ من مطر اربعين خريفا۔"[72] "ایک گھڑی کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ امام عادل کا زمین میں اللہ تعالی کی حد کو قائم کرنا خزاں کے چالیس دنوں کی عبادت سے افضل ہے۔" عدل و انصاف کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا

سکتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے:"الملک یبقی مع لکفر ولا یبقی مع الظم"[73] کہ اگر ایک مسلمان حکمران ظلم کرے گا تو اس کی حکوت تباہ و برباد ہو جائے گی لیکن اگر ایک کافر حاکم عادل اور انصاف پسند ہو گا تو اسکی حکومت کو دوام ہو گا۔ اس کی تائید میں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا فرمان ہے: "قیامت کے دن سات آدمیوں کو اللہ اپنے سائے میں رکھے گا جس دن کہ سوائے اس کے سائے کے اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔ جن میں سے ایک امام عادل ہو گا۔" "قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَاظِلَّ إِلَّاظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ"۔[74]

علامہ جلال الدین دوانی اپنی کتاب "اخلاق جلالی" میں فرماتے ہیں: "دور حدیث مصطفوی ست عدل ساعة بخير من عبادة سبعين سنة یعنی عدل یک ساعت بہتر از عبادت ہفتاد سال ست چہ اثر عدل یک ساعت بہمہ عباد و در ہمہ بلاد می رسد و متہائے متماوی می ماند۔" حدیث مصطفوی میں ہے کہ ایک ساعت یا ایک گھڑی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ (بقول علامہ) ایک ساعت کا عدل تمام بندوں اور تمام شہروں تک پہنچتا ہے اور مدت دراز تک باقی رہتا ہے۔[75]

عائلی زندگی میں عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ -"[76] "جس شخص کے نکاح میں دو عورتیں ہوں اور ان کے حقوق میں برابری اور انصاف نہ کر سکے تو وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہو گا۔" اس فرمان میں نبی کریم ﷺ نے تمام بیویوں کے درمیان پوری مساوات وعدل کی سخت تاکید فرمائی ہے اور اس کے خلاف کرنے والوں کے لئے سخت وعید فرمائی ہے۔ ایک اور مقام پر آپ نے عدل و انصاف کرنے والوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے عدل و انصاف کرنے والوں کی نشاندہی بھی فرمائی۔ ارشاد ہے: " الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا "[77] "جو لوگ فیصلہ کرنے، اپنے گھر والوں کے ساتھ معاملہ کرنے اور اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں انصاف کرتے ہیں۔" اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام نووی لکھتے ہیں کہ: "انصاف کچھ اس میں منحصر نہیں کہ آدمی کہیں کا حاکم یا قاضی ہو، بلکہ یتیموں اپنے بچوں اور بیویوں اور کنبے والوں میں بھی انصاف کرنا چاہیے اور ہر ایک کے حقوق موافق شریعت ادا کرنا چاہیے۔"[78]

نبی کریم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ چیز عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ اللہ تعالی کی صفت عدل کے مظہر اتم تھے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جب عرب کی جاہل اور گنوار اقوام کے ساتھ عدل و انصاف کے معاملات طے کرنے کی ذمہ داری آپ پر آن پڑی اور اس کے بدلے میں آپ کو اذیت و مصائب کے جن مراحل سے گزرنا پڑا اس کا فطری تقاضا یہ تھا کہ آپ منتقم ہوتے، مخالفین کو ان کے ظلم و تعدی اور اختلاف کے باعث جواب میں سزا دیتے لیکن

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

آپ نے حسن اخلاق کے باعث عدل وانصاف کی شاندار مثالیں قائم کی ہیں۔ ایک دفعہ بنو مخزوم کی ایک بلند مرتبہ عورت نے چوری کی۔ قریش کی عزت کے لحاظ سے لوگ چاہتے تھے کہ ملزمہ سزا سے بچ جائے اور معاملہ دب جائے ۔لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید کو سفارش کے لیے تیار کیا۔انھوں نے نبی سے معافی کی درخواست کی۔آپ نے غضب آلود ہو کر فرمایا کہ :''بنی اسرائیل اسی کی بدولت تباہ ہوئے، وہ غریبوں کو تو سزا دیتے تھے اور امیروں کو بخش دیتے تھے۔اللہ کی قسم !اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''[79]

کتب سیرت واحادیث میں آپ ﷺ کے معاملات عدل کی جو تفصیلات ملتی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے فیصلوں میں کبھی بھی عدل وانصاف کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا۔ یہاں تک کہ بیشتر ایسی روایات ملتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے آخری وقت میں بھی مجمع عام کے سامنے اپنی ذات کو انتقام اور بدلے لینے کے لئے پیش فرمادیا۔ابن ہشام کی بیان کردہ ایک روایت کا خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ نے مرض الموت میں عام لوگوں کے سامنے یہ اعلان فرمایا کہ اگر میرے ذمے تم میں سے کسی کا قرض ہو یا کسی کی جان ومال یا آبرو کو میری وجہ سے صدمہ پہنچا ہو تو میری جان ومال اور آبرو بدلہ لینے کے لئے حاضر ہے وہ سب کے سامنے اسی دنیا میں مجھ سے اپنا بدلہ لے لے۔ مجمع میں خاموشی چھاگئی صرف ایک شخص نے چند درہم کا مطالبہ کیا جو کہ اسے دلوائے گئے۔

نتائج:

گزشتہ صفحات میں ہم نے اجمالاً مختلف اقوام عالم اور چند ایک مذاہب کے تصور عدل کا جائزہ پیش کیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں کوئی دین انسانوں اور افراد معاشرہ کو مکمل عدل فراہم کرنے کی ضمانت دیتا ہے تو وہ واحد دین اسلام ہی ہے۔ اسلام ہر شعبہ زندگی میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنے کو لازمی وضروری قرار دیتا ہے۔ اسلام صرف عبادت وریاضت پر ہی زور نہیں دیتا بلکہ نجی واجتماعی زندگی کے جملہ معاملات میں انفرادی واجتماعی عدل کو بھی ملحوظ رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ مذاہب عالم میں تصور عدل بالکل محدود، غیر مبہم اور غیر واضح ہے جو کہ نہ ہونے کے برابر ہے بلکہ تقریباً ناپید ہے۔ جبکہ اس کے برعکس دین اسلام کے نظام عدل کا اعتراف تو غیر مسلم بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ قیصر روم کا وہ قاصد جو مدینہ منورہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احول کو جانچنے کے لئے آیا تھا تو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر جو بے ساختہ جملہ منہ سے نکالا، وہ اسلام کے نظام عدل کا اعتراف ہے :''وَلٰکِنَّكَ عَدَلتَ فَأمِنتَ وَنِمتَ یَا عُمر'' اور لیکن اے عمر! آپ نے عدل کیا، آپ امن میں رہے اور آرام سے سو گئے۔اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ہم بھی عدل انفرادی واجتماعی کو نہ صرف فروغ دیں بلکہ اپنی زندگیوں میں نافذ کریں تاکہ ہمارا معاشرہ امن وآشتی اور عدل وانصاف کا گہوارہ بن سکے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

حواشی وحوالہ جات

[1] ۔اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ (شعبہ اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور)

[2] ۔الاصفہانی، ابی القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب، مجمم مفردات، امیر محمد کتب خانہ کراچی

[3] ۔ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر بیروت۔ 430/11

[4] ۔ جرجانی، علی بن محمد بن علی، التعریفات، ص۔ 62

[5] ۔رازی، محمد بن عمر فخر الدین، مفاتیح الغیب المشتہر تفسیر الکبیر، دارالطباعۃ العامرہ 509/5

[6] ۔فیروز اللغات، فیروز پبلشنگ لاہور، ص 891

[7] ۔القرطبیؒ، ابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ دارالکتاب العربی، 166/10

[8] ۔ابن العربی، ابو بکر محمد بن عبد اللہ، احکام القرآن، بیروت دارالمعرفہ، 1172/3

[9] ۔افلاطون، جمہوریہ افلاطون، ترجمہ: مولوی مرزا محمد ہادی، ص۔ 56

[10] ۔ہجویری، علی بن عثمان، ابوالحسن، کشف المحجوب، مترجم: مفتی غلام معین الدین، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ص۔ 30

[11] ۔مودودی، ابوالاعلی، اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ص۔ 666

[12] ۔شبلی نعمانی، علامہ، سیرۃ النبی، ناشران قرآن اکیڈمی، لاہور، ص۔ 434/6

[13] ۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ،، جامعہ پنجاب لاہور ص۔ 6/13

[14] ۔مودودی، ابوالاعلی، اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ص۔ 525

[15] ۔اردو لغت، اردو لغت بورڈ، کراچی، ص۔ 189/1

[16] ۔ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر بیروت، مادہ عدل، 430/11

[17] ۔الاصفہانی، ابی القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب، مجمم مفردات، امیر محمد کتب خانہ کراچی، ص۔ 326

[18] ۔التھانوی، محمد بن علی، کشاف، اصطلاحات الفنون، مکتبہ بیروت لبنان، مادہ عدل، ص۔ 1152/2

[19] ۔الترمذی، أبو عیسی، محمد بن عیسی، الجامع الترمذی، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، ح/ 2165

[20] ۔سید قطب، اسلام میں عدل اجتماعی، ترجمہ: نجات اللہ صدیقی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ص۔ 97

[21] ۔الحسینی، السید عبد الرزاق، العدل الاجتماعی فی الاسلام، مطبوعۃ، بیروت، ص۔ 116

[22] ۔عمر، د/احمد مختار، مجمم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ، عالم الکتب، القاھرۃ، ص۔ 21468

[23] ۔مدکور، د/ابراھیم، مجمم العلوم اجتماعیۃ، الھیئۃ المصریہ العامۃ، القاہرہ، ص۔ 385

[24] ۔احبار۔ ص 71/24، مروج الذہب، ص، 12/21

[25] ۔استثناء، 15/3

[26] ۔ایضاً

[27]۔ایضاً

[28]۔تالمود مسلیبنی، پال آئزک ہر شوں، لندن، صفحات، 210،37، 221، نیز ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ج، 1، ص، 266 ترجمان القرآن

[29]۔سورۃ البقرۃ، 74/2

[30]سورۃ المائدۃ۔ 82/5

[31]۔سورۃ البقرۃ 80/2

[32]۔سورۃ المائدۃ، 41/5

[33]۔سورۃ النساء۔ 46/4

[34]۔متی، 4:45، لوقا، 6:28

[35]۔لوقا، 12:21، نیز متی، 22، 5:21،

[36]۔سورۃ المائدۃ۔ 18/5

[37]۔قادری، شمیم حسین، سید، اسلامی ریاست، قانون وسنت کی روشنی میں، علماء اکیڈمی، محکمہ اوقاف لاہور، ص 248تا 250

[38]۔سورۃ آلعمران، 78/3

[39]۔مرادآبادی، نعیم الدین، تفسیر خزائن العرفان، شبیر برادرز لاہور

[40]۔ایران بعہد ساسانیاں خلاصہ از ص۔ 66-67 اور صفحہ 398، بحوالہ ضیاء النبی، پیر کرم شاہ الازہری

[41]۔ایران بعہد ساسانیاں، ص۔ 399، بحوالہ ضیاء النبی، پیر کرم شاہ الازہری

[42]۔ایران بعہد ساسانیاں، ص۔ 400،401، بحوالہ ضیاء النبی، پیر کرم شاہ الازہری

[43]۔ایران بعہد ساسانیاں، ص۔ 404، بحوالہ ضیاء النبی، پیر کرم شاہ الازہری

[44]۔ایران بعہد ساسانیاں، ص۔ 406، بحوالہ ضیاء النبی، پیر کرم شاہ الازہری

[45]۔ایران بعہد ساسانیاں، ص۔ 407، بحوالہ ضیاء النبی، پیر کرم شاہ الازہری

[46]۔دی ایج آف فیتھ، ص، 141، بحوالہ ضیاء النبی، پیر کرم شاہ الازہری

[47]۔الازہری، کرم شاہ، ضیاء النبی، جلد 1، ص۔ 94تا 99

[48]۔وجدی، علامہ فرید، المدنیہ والاسلام، دار الترقی، مصر، ص 140

[49]۔البیرونی، محمد بن احمد، ابوریحان، تحقیق ماللہند، ص۔ 474475

[50]۔سالک، عبد المجید، مسلم ثقافت ہندوستان میں، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور، ص۔ 16

[51]۔سالک، عبد المجید، مسلم ثقافت ہندوستان میں، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور، ص۔ 16

[52]۔الازہری، کرم شاہ، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، جلد 1، ص۔ 198تا 201

[53]۔سورۃ النساء 135/4

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

[54]۔ندوی،سید سلیمان،سیرت النبی،ص120/6

[55]۔سورۃالشوری15/42

[56]۔السیوطی،جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر،الدر المنثور فی التفسیر بالماثور،دار الاشاعت اردو بازار لاہور،

[57]۔تبیان القرآن،سعیدی،غلام رسول،علامہ،فرید بک سٹال،لاہور،ج10،ص568

[58]۔مودودی،ابوالاعلی،تفسیر تفہیم القرآن،ترجمان القرآن لاہور۔

[59]۔سورۃالنساء58/4

[60]۔مودودی،ابوالاعلی،تفسیر تفہیم القرآن،ترجمان القرآن لاہور۔

[61]۔سورۃالنحل۔90/16

[62]۔المفردات ج2ص422،423،بحوالہ تبیان القرآن،ج6،ص550

[63]۔بخاری،محمد بن اسماعیل،ابوعبداللہ،الجامع الصحیح البخاری،ح/3179

[64]۔تبیان القرآن،سعیدی،غلام رسول،علامہ،فرید بک سٹال،لاہور،ج6،ص550

[65]۔ازہری،کرم شاہ،محمد،پیر،تفسیر ضیاءالقرآن،ضیاءالقرآن پبلیکیشنز،لاہور،ج2،ص594

[66]۔مودودی،ابوالاعلی،تفسیر تفہیم القرآن،ترجمان القرآن لاہور۔

[67]۔محمد شفیع،مفتی،مولانا،معارف القرآن،ادارۃالمعارف کراچی،ج5،ص389،388

[68]۔مسلم،ابوالحسین مسلم بن الحجاج،صحیح مسلم،کتاب الامارۃ،ح،1827

[69]۔النباھی،تاریخ قضاۃالاندلس،ص3

[70]۔الترمذی،أبو عیسی،محمد بن عیسی،الجامع الترمذی،ح/1329

[71]۔الترمذی،أبو عیسی،محمد بن عیسی،الجامع الترمذی،ح/2174

[72]۔ابن ابی الدم،کتاب ادب القاضی،دار الکتب العلمیۃ،بیروت لبنان،ص22

[73]۔الکاسانی،علاؤالدین ابوبکر بن مسعود،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،ایچ ایم سعید کمپنی کراچی،ج2،ص-284

[74]۔البخاری،محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح،ج1،ح633

[75]۔طارق،عبدالصبور،سید،مسلمان قاضیوں کے بے لاگ عدل،ص15تا20

[76]۔ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی،السنن،کتاب ا لنکاح،ح۔2133

[77]۔مسلم،ابوالحسین مسلم بن الحجاج،الجامع الصحیح لمسلم،کتاب الامارۃ۔ح،1827

[78]۔النووی،ابوزکریا یحیٰ بن شرف،المنھاج فی شرح مسلم بن الحجاج،نعمانی کتب خانہ،کابل،ص،121/2

[79]۔صدیقی،عبدالحفیظ،محمد،پروفیسر،سیرۃالصدیق،ص،59-60

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 1-24

@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).